نواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۲۷-۳۰ر جمادی الاول ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱-۱۴ر اکتوبر ۱۹۹۶ء، جامعۃ الہدایہ، جے پور

☆ شیئرز کی شرعی حیثیت

☆ پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

☆ قبضہ سے پہلے خرید وفروخت

☆ مشینی ذبیحہ کا شرعی حکم

☆ اوقات سحر برائے راجستھان

سوالنامہ:

شیئرز کی شرعی حیثیت

۱- کیا کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے۔

بعض حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ شیئرز سرٹیفکیٹ محض کمپنی کو دیئے ہوئے پیسے کی دستاویز ہے، کمپنی کے اثاثوں اور اس کی املاک میں حسب تناسب حصہ دار ہونے کی دلیل نہیں ہے، احکام شرع کی تفصیل میں شیئرز کی حیثیت کے تعین کو بڑا دخل ہے، اگر شیئرز کو اثاثوں اور املاک کا ایک حصہ تسلیم کرلیا جائے تو شیئرز کی حقیقت یہ قرار پاتی ہے کہ وہ نقد اور اثاثوں کا مجموعہ ہے، اس لئے کہ کسی بھی کمپنی میں اس کی جامد املاک، اراضی اور تعمیرات کے علاوہ مشینیں، تیار شدہ مال، خام مال، جمع رقوم، دوسروں پر اس کی واجب الادا رقمیں وغیرہ بھی شامل ہوتی ہیں، اس طرح یہ تمام چیزیں شیئرز کے ذیل میں آجاتی ہیں، اب شیئرز کی خرید وفروخت نقد کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت نہیں بلکہ نقود واملاک کے مجموعہ کو نقود کے ذریعہ فروخت کرنا ہے۔

اور اگر شیئرز کو محض اس کمپنی میں لگائی گئی نقد رقم کی دستاویز تسلیم کیا جائے تو اس کی بیع وشراء نقد کی نقد کے ساتھ بیع وشراء ہوگی، ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس پر بیع صرف کے احکام وارد ہوں گے، جو لوگ اسے محض قرض کی دستاویز مانتے ہیں وہ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں جب موجودہ قانون کے مطابق اس کی املاک ضبط کر کے اس کے قرضے ادا کئے جاتے ہیں اس وقت اس کے حصہ کے تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہیں کئے جاسکتے۔

دوسرا نقطۂ نظر رکھنے والے اپنے موقف کی تائید میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہوجائے تو ہر شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اس کے اثاثوں میں حصہ ملتا ہے، اور نفع ہو تو اس کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائد رقم ملتی ہے اور اگر خسارہ ہو تو اسے نقصان بھی برداشت کرنا ہوتا ہے، برخلاف بانڈ وغیرہ قرض کی دستاویزوں کے کہ صرف لگی ہوئی رقم مع سود ملتی ہے، اثاثوں میں کوئی حصہ نہیں ملتا ہے، بہرحال یہ ضروری ہے کہ کمپنی کے اندر شیئرز کی حیثیت کا تعین کر کے احکام شرعی اس پر مرتب کئے جائیں۔

۲- بعض اوقات کمپنی قائم کرتے وقت شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے، اور اس وقت اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی ہیں، اس وقت اگر کمپنی کے خرید کردہ شیئر کی بیع کی جائے تو اس صورت میں نقد نقد کے مقابل ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- کمپنی کے جود میں آجانے کے بعد اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے (یعنی نقد اور املاک کا مجموعہ) اس صورت میں جبکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہے، شیئرز کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے، جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت اور ایکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

۵- ایسی کمپنیز جن کا کاروبار حلال ہے، مثلاً انجینئرنگ کے سامان تیار کرنا، عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا وغیرہ، پھر ان کمپنیوں کا

بنیادی کاروبار حلال ہونے کے باوجود انہیں بعض اوقات انکم ٹیکس وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے، کیا ایسی کمپنیز کا شیئر خریدنا جائز ہے؟

٦- اسی طرح حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو بھی قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزروبینک میں جمع کرنا پڑتا ہے، یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہیں، جن کی وجہ سے انہیں سود بھی ملتا ہے، کیا ایسی کمپنیز کا شیئرز خریدنا نا جائز ہوگا؟

٧- سودی قرضہ لینے کی صورت میں اس قرض سے حاصل ہونے والے منافع کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، آیا وہ قرض مفید ملک ہے یا نہیں، اوراس کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حلال شمار کی جائے گی یا نہیں؟

٨- کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے اوراس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا؟

٩- بورڈ آف ڈائرکٹرس میں کوئی فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے، کیا اس کمیٹی میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اوراپنے اختلاف کا اعلان کردینا وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ کر دے گا؟

١٠- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو، اوراس کی مقدار معلوم ہو تو کیا شیئر ہولڈر کے لئے منافع سے اس کے بقدر نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

١١- اوراگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

١٢- شیئرز کی تجارت کرنا کیسا ہے، یعنی کوئی شخص کچھ شیئرز خریدے کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کردوں گا، خلاصہ یہ کہ شیئرز کی بیع وشراء کو ایک تجارت کی طرح کرنے کا حکم کیا ہوگا، جبکہ اس میں ایک طرح کی قیاس آرائی کو دخل ہوتا ہے کہ بازار کی صورت حال کو دیکھ کر زیادہ منافع دینے والے شیئرز خرید لئے جاتے ہیں، اورکیا ہر تخمین وقیاس آرائی ممنوع ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

١٣- شیئر مارکیٹ میں ایک سودا جسے فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) کہتے ہیں مروج ہے، اس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو شیئرز کا سودا بہ حساب سو روپے فی شیئر کیا، اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ ٣٠/ مارچ مقرر کی، اب جب ٣٠/ مارچ آئی تو اس شیئر کی قیمت ڈیڑھ سو روپے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپے منافع کے طور پر لے لیگا، اوراگر ٣٠ مارچ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپے ادا کرے گا، اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے، نہ بائع مال دیتا ہے، البتہ مقررہ تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع یا گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، شریعت میں مذکورہ فیوچر سیل کا کیا حکم ہے؟

١٤- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، جائز ہوگی یا نہیں؟

١٥- شیئرز کے نقد سودے میں بھی بعض انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے سرٹیفکیٹ پر قبضہ ایک سے تین ہفتوں تک تاخیر سے ہوتا ہے، اس ذیل میں اصل سوال یہ ہے کہ شیئر پر قبضہ کا مطلب کیا ہوگا، اگر بوقت بیع وشراء ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت آجاتی ہے، اور وہ اس کی ضمان میں آجاتا ہے، اور حقوق وذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں، اگرچہ ابھی شیئرز

سرٹیفیکٹ نہ ملا ہوتو اس کوشیئر پر قبضہ معنوی حاصل ہوگا یانہیں، کیا شرع میں ہرشی پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوگی جس کی بناء عرف وعادت پر ہوگی، یا ہرصورت میں قبضہ حسی ہی ضروری ہوگا؟

۱۶- اس طرح خرید کردہ شیئر کو(جس کی موجودہ قیمت خریدار نے ادا کردی ہے) اگرخریدار سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل اگلے دن یا دو چار دن میں کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اوراس طرح دوسرے کے خریدنے کے بعد تیسرے و چوتھے کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہوگا؟ بالخصوص جبکہ شیئر کا ضمان ومنافع خریدنے کا معاملہ کرنے کے ساتھ ہی خریدار کی طرف منتقل ہوجاتا ہو۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج بازار میں خرید وفروخت کے لئے واسطہ بننے والے کو''بروکر'' کہتے ہیں (جوموجودہ وقت میں شیئرز کی خرید وفروخت اورقیمتوں سے واقفیت رکھتا ہے، اورخرید وفروخت کی کاروائی کا اندراج کرتا ہے) یعنی اس کی حیثیت ایجنٹ کی ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی کیا بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

آج کل جو مچھلیاں منڈی میں فروخت کی جاتی ہیں ان کا ایک بڑا حصہ ان ندیوں اور نالوں سے آتا ہے جنکے مختلف رقبے حکومت کی طرف سے مختلف افراد کو ٹھیکے پر دے دئے جاتے ہیں، اور بہت سی مچھلیاں وہ ہوتی ہیں جن کی گڑھوں اور تالابوں میں افزائش کی جاتی ہے، یہ گڑھے اور تالاب کبھی شخصی ملکیت ہوتے ہیں اور کبھی عوامی ملکیت ہوتے ہیں، جنہیں مختلف جگہوں پر خاص مدت کے لئے ٹھیکے پر دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں آپ ان سوالات کا تشفی بخش جواب کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تحریر فرمائیں گے۔

۱- عام طور پر آج یہ متعارف ہے کہ ندی نالے اور نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں، بلکہ سرکاری ہیں، ان کو حکومت کسی خاص شخص، کوآپریٹیو سوسائٹی، یا مقامی پنچائتوں کے ہاتھ معین مدت کے لئے بندوبست کردیتی ہے، اور یہ لوگ سرکار کو معاوضہ دے کر ہی خاص حصہ سے حاصل ہونے والی مچھلی نکالتے ہیں اور خود استعمال کرتے ہیں یا اس کو فروخت کردیتے ہیں، یہ مچھلی ضروری نہیں کہ اس ندی نالے یا تالاب میں پرورش کی گئی ہو، سیلاب کی آمدورفت کے ساتھ یہ مچھلیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں، اس طرح ہاٹ بازار کا بھی سرکار نیلام کرتی ہے، سڑکوں کے کنارے سرکار کی طرف سے لگائے گئے درخت یا سرکاری زمین میں پیدا ہونے والے خودرو درختوں کے جلاون نیلام کئے جاتے ہیں، اس طرح کے معاملات عرف میں عام ہیں، لیکن خاص کر سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے شرع کے عام اور معروف اصولوں کے مطابق بیع کے مجہول ہونے یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہونا چاہئے، موجودہ عرف کو دیکھتے ہوئے آج کے حالات میں اس مسئلہ پر کیا فتوی دیا جانا چاہئے۔

۲- اگر مذکورہ بالا صورت معاملہ شرعاً ناجائز ہو تو ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا (پوری صورت حال جانتے ہوئے) ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلی پال کر اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے، تاکہ وہ دوسرا شخص ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو شرعاً اس صورت معاملہ کا کیا حکم ہے؟ تالاب یا حوض کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴- کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آگئی ہیں انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا اس حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ دینا اس طور پر کہ اس مدت میں ٹھیکہ لینے والے ہی کو اختیار ہو کہ وہ اس تالاب کی مچھلیاں شکار کر کے فائدہ اٹھائے، یہ صورت معاملہ شریعت کی نگاہ میں کیا حکم رکھتی ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

قبضہ سے پہلے خرید وفروخت

قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنے کی ممانعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مختلف احادیث مروی ہیں، ان میں سے بعض مطلق ہیں، بعض مقید۔ احادیث وروایات کے اختلاف کی بنیاد پر ''بیع قبل القبض'' کے مختلف مسائل میں فقہاء مجتہدین میں اختلاف بھی ہوا ہے، جن کی تفصیل کتب فقہ اور شروح حدیث میں موجود ہے، لیکن جمہور فقہاء فی الجملہ ''بیع قبل القبض'' کے ناجائز ہونے پر متفق ہیں، ادھر دور حاضر میں خرید وفروخت کی ایسی بہت سی شکلیں مروج ہیں جن کے بارے میں ''بیع قبل القبض'' کے دائرے میں شامل ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے ''بیع قبل القبض'' کی حقیقت، احکام اور اس سے وابستہ جدید مسائل ومعاملات کے بارے میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- شرع اسلامی کے اعتبار سے ''بیع قبل القبض'' جائز ہے یا ناجائز؟ اور ناجائز ہے تو اس کا شمار بیع باطل میں ہے یا بیع فاسد میں یا بیع مکروہ میں؟

۲- اسلامی شریعت میں قبضہ کی حقیقت کیا ہے، کتاب وسنت نے قبضہ کی کوئی خاص حقیقت متعین کردی ہے یا اسے لوگوں کے عرف وعادت پر چھوڑ دیا ہے کہ جس چیز کے بارے میں جس درجہ کے استیلاء اور عمل دخل کو لوگوں کے عرف میں قبضہ تصور کیا جائے وہی اس کے حق میں شرعاً بھی قبضہ مانا جائے۔

۳- اشیاء منقولہ اور غیر منقولہ میں قبضہ کی نوعیت کے اعتبار سے کوئی فرق ہوگا یا دونوں میں قبضہ کی ایک ہی صورت ہوگی؟

۴- ''بیع قبل القبض'' کی نہی سے متعلق احادیث معلول بالعلۃ ہیں یا نہیں، اگر معلول بالعلۃ ہیں تو علت نہی کیا ہے؟

۵- ''بیع قبل القبض'' کی ممانعت عام ہے یا اس میں کچھ استثناءات اور تخصیصات بھی ہیں، اس بابت مختلف ائمہ کی آراء اور ان کے وجوہ ودلائل تحریر کئے جائیں۔

۶- ایک شخص کسی فیکٹری سے مال خرید کر کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے، لیکن فیکٹری سے خریدا ہوا مال اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، بلکہ براہ راست فیکٹری سے خریدار نمبر (۲) کو روانہ کردیتا ہے، اور معاملہ یہ طے پاتا ہے کہ فیکٹری سے مال روانہ ہونے کے بعد خریدار نمبر (۲) کے پاس پہنچنے سے پہلے اگر درمیان میں مال ہلاک ہوجائے تو اس نقصان کی ذمہ داری نہ فیکٹری پر آتی ہے، نہ خریدار نمبر (۲) پر، بلکہ یہ اسی شخص (خریدار نمبر (۱) کا نقصان قرار پاتا ہے، اس صورت معاملہ میں اگر فیکٹری سے خریداری کرنے والے شخص کا اس مال پر اگرچہ حسی قبضہ نہیں ہوا، لیکن وہ مال خریدار نمبر (۲) تک پہنچنے سے پہلے اس کے ضمان میں رہا، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے ''ربح مالم یضمن'' (ایسی چیز سے نفع حاصل کرنا جس کا ضامن نہ ہوا ہو) حاصل کیا، بلکہ اس نے مال مضمون پر نفع حاصل کیا ہے، سوال یہ ہے کہ فیکٹری سے خریداری کرنے والے کی طرف سے قبضہ حسی نہ پائے جانے کی وجہ سے دوسرے شخص کے ہاتھ اس فروختگی کو ناجائز قرار دیا جائے گا یا ضمان کو قبضہ حسی کا قائم مقام سمجھ کر اس خرید وفروخت کو جائز قرار دیا جائے گا؟۔

۷- وہ صورت جس میں بین الاقوامی تجارت میں شپنگ (جہاز پر مال چڑھانے) کے بعد اصل بائع کا ذمہ فارغ ہوجاتا ہے، اور اگر مشتری تک مال پہونچنے سے پہلے ضائع ہوجائے تو اس کا وہ ضامن نہیں ہوتا اور پھر یہ مشتری مال کی وصولی سے پہلے، جبکہ مال سمندر میں ہے تیسرے شخص کے ہاتھ مال فروخت کردیتا ہے اور مال کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کا ضامن نہیں ہوتا، بلکہ تیسرا خریدار ضامن ہوتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہوگی؟

☆☆☆

تجاویز:

اکتوبر کی ۱۱ تا ۱۴ ارتاریخیں اس لحاظ سے انتہائی اہم ہیں کہ جامعۃ الہدایہ جے پور میں ہندوستان کا نمائندہ قرار دیا جانے والا نواں فقہی سمینار متعدد بیرون ملک کے علاوہ ہندوستان کے ۱۴ صوبوں کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ۹۷ مدارس وعلمی مراکز سے تشریف لانے والے تین سو سے زائد فقہاء واصحاب دانش کی شرکت سے انعقاد پذیر ہوا۔

☆ شیئرز کی شرعی حیثیت

☆ پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

☆ قبضہ سے پہلے خرید وفروخت

☆ نکاح نامہ

☆ اوقات سحر برائے راجستھان

اس سمینار کے موضوعات تھے جن پر ہر پہلو سے غور وخوض کیا گیا، نکاح نامہ پر کوئی اتفاقی رائے طے نہ پاسکی، دیگر موضوعات کی بابت اہم فیصلے کئے گئے۔

ساتویں سمینار میں ذبح کے مسائل کے تحت مشینی ذبیحہ کے جس جزء پر فیصلہ نہیں ہوسکا تھا اس کی بابت بھی اس سمینار میں فیصلہ کیا گیا، طے شدہ فیصلے درج ذیل ہیں:

۱-شیئرز کی شرعی حیثیت:

۱- کسی کمپنی کا خرید کردہ اکوئٹی شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، وہ محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے۔

۲- ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی ابتدائی خریداری جو ابھی سرمایہ اکٹھا کرنے کے مرحلے سے گزر رہی ہیں، شرعاً خریداری نہیں بلکہ اس کمپنی میں شرکت ہے۔

۳- عام طور پر کمپنیوں کی دوسری املاک نقد سرمایہ سے زیادہ ہوتی ہیں، اس لئے کمپنیز کے شیئرز کی خریداری درست ہے، لیکن اگر معلوم ہوجائے کہ ادا کردہ نقد اس مقدار نقد کے برابر یا اس سے کم ہے جس کی شیئرز نمائندگی کرتا ہے تو ایسی صورت میں شیئرز کی خریداری اس کی مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر درست نہ ہوگی۔

۴- جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے، مثلاً شراب وخنزیر کے گوشت کی تجارت یا سودی قرضے دینا وغیرہ، ان کے شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

۵- شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ ہندوستان میں ایسی کمپنیز کا قیام قابل عمل ہے جو خالص اسلامی اصول تجارت کے اعتبار سے کاروبار کریں، سمینار مسلم تجار اور ماہرین معاشیات کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داری کا احساس کرتے

ہوئے ایسی کمپنیز کے قیام کی جدوجہد کریں جو کامل طور پر اسلامی احکام پر کاربند ہوں۔

لیکن چونکہ فی الحال ایسی کمپنیاں ہندوستان میں موجود نہیں ہیں یا بہت کم ہیں جو خالص اسلامی بنیادوں پر کاروبار کرتی ہوں، اس لئے جن مسلمانوں کے پاس نقد سرمایہ ہو اور اپنے مخصوص حالات کی بنا پر ان کے لئے جائز تجارت میں اس سرمایہ کو لگانا قابل عمل نہ ہو ان کے لئے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے جن کا بنیادی کاروبار حلال ہو (مثلاً انجینیرنگ کے سامان یا عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا) اگرچہ انہیں بعض قانونی مجبوریوں کی وجہ سے سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہو۔

۶- جن مسلمانوں نے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدے جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن وہ کمپنیز ضمنی طور پر بعض ناجائز تصرفات میں بھی ملوث ہوتی ہیں، ان مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ شیئر ہولڈرس کی سالانہ میٹنگ میں کمپنی کو آئندہ ایسے ناجائز تصرفات سے روکنے کی کوشش کریں، اور دوسرے شیئر ہولڈرس کو افہام وتفہیم کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کرنے کی سعی کریں کہ وہ بھی ان کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہوئے میٹنگ میں ان کی تائید کریں۔

۷- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے منافع میں سے اس کے بقدر صدقہ بلا نیت ثواب کردینا ضروری ہے۔

۸- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اسی تناسب سے ملنے والے منافع سے نکال کر بلا نیت ثواب اپنی ملک سے نکال دینا ضروری ہے۔

نوٹ: دفعہ ۷ اور ۸ میں مولانا رئیس الاحرار ندوی صاحب کے نزدیک سود کی رقم غیر مسلم ہی کو دی جائے۔

۹- کمپنی کی اپنی قانونی شخصیت ہے جو شیئر ہولڈرس کی اجتماعی حیثیت کی نمائندگی کرتی ہے، بورڈ آف ڈائرکٹرس کمپنی کے منتخب کردہ افراد کا مجموعہ ہے جو کمپنی کی طرف سے تصرفات کرتا ہے اور اس طرح شیئر ہولڈر کے مجموعہ کا وکیل ہے، لہذا بورڈ آف ڈائرکٹرز کے تصرفات جو کمپنی کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی حدود میں ہوں، کی بالواسطہ ذمہ داری سبھی شیئر ہولڈرس پر آتی ہے۔

۱۰- حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی تجارت کرنا درست ہے۔

۱۱- فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان برابر کرلینا مقصود ہوتا ہے، اسلامی شریعت کی نگاہ میں ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ کھلا ہوا جوا ہے۔

۱۲- غائب سودا (Forward Sale) جس میں بیع تو ہوجاتی ہے لیکن اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، بیع نہیں وعدۂ بیع ہے، مقررہ تاریخ آنے پر ایجاب وقبول ہونے کے بعد ہی بیع وجود میں آئے گی۔

۱۳- حاضر سودے (Cash Sale - Spot Sale) میں شیئر سرٹیفکٹ پر قبضہ سے پہلے خرید کردہ شیئرز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۱۴- شیئر سرٹیفکٹ حاصل ہونے کے بعد خریدار کا اس پر قبضہ متحقق ہوجاتا ہے، اگرچہ بعض انتظامی دشواریوں کی وجہ سے کمپنی میں اس کا نام اندراج نہ ہوسکا ہے، لہذا اس شیئر کو خریدار فروخت کرسکتا ہے۔

۱۵- جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان کی خرید وفروخت میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت میں بحیثیت بروکر کام کرنا جائز نہیں ہے۔

۲- پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت:

رسول اللہ ﷺ نے پانی میں موجود مچھلیوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے، فی زمانہ مچھلیوں کے کاروبار کی بعض ایسی صورتیں مروج ہوگئی ہیں جن کے اس زمرہ میں شامل ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے نویں فقہی سمینار منعقدہ جامعۃ الہدایہ جے پور میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور درج ذیل امور طے پائے:

۱- ندی، نالے، نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہوتیں بلکہ سرکار ان کو اشخاص یا کوآپریٹو سوسائٹی یا گرام پنچایت کو مخصوص مدت کے لئے بندوبست کردیتی ہے، یہ مچھلی کے حق شکار پر ہوتا ہے؛ اس لئے یہ معاملہ عقد اجارہ کی صورت ہے اور جائز ہے، لیکن سرکار کے لئے مناسب ہے کہ ایسے تالاب کا بندوبست نہ کرے جس سے عام لوگوں کو ضرور پہنچ سکتا ہو۔

۲- پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کو فروخت کردینا جائز نہیں ہوگا۔ اگر بائع تالاب کی ان مچھلیوں کا مالک ہو تو اس صورت میں یہ بیع فاسد ہوگی، اور اگر بائع حسب حکم شرع ان مچھلیوں کا مالک بھی نہیں اور اسے پانی سے نکالے بغیر فروخت کرتا ہے تو یہ بیع باطل ہوگی؛ البتہ اگر حوض چھوٹا ہو اور وہ مچھلیاں آسانی کے ساتھ نکال کر خریدار کو حوالہ کی جاسکتی ہوں تو ایسی صورت میں پانی میں رہتے ہوئے مچھلی فروخت کی جاسکتی ہے۔

۳- مچھلی کے مالک ہونے کی تین صورتیں ہیں:

الف- تالاب میں مچھلیاں قدرتی طور پر آگئی ہوں اور تالاب کے مالک نے ان مچھلیوں کو روکنے کی تدبیر کی ہو۔

ب- مچھلیوں کی غرض سے تالاب بنوایا گیا ہو۔

ج- کسی شخص نے تالاب میں مچھلی کی افزائش کے لئے مچھلی کے زیرے ڈالے ہوں۔

نوٹ: مولانا شاہین جمالی صاحب (مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ) کے نزدیک موجودہ وسائل ماہی گیری، تعامل اور حاجات انسانی کی رعایت کے نقطۂ نظر سے مملوکہ مچھلیاں پانی کے اندر ہوں اور تالاب ایسا ہو کہ جال اس کا احاطہ کرلے، تب ان کو پانی کے اندر بھی فروخت کرنا جائز ہے۔

۳- قبضہ سے پہلے خرید وفروخت:

دور حاضر میں خرید وفروخت کی بہت سی ایسی صورتیں مروج ہیں جن میں فروخت شدہ شئ پر قبضہ کے بغیر خریدار دوسروں کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیع قبل القبض سے منع فرمایا ہے، اسی پس منظر میں ایسے مروجہ معاملات کی بابت اسلامک فقہ اکیڈمی کے نویں سمینار منعقدہ جامعۃ الہدایہ جے پور میں درج ذیل باتیں طے پائیں:

۱- اصولی طور پر قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ تاہم اگر قبضہ سے پہلے بیع کردی جائے تو یہ بیع فاسد ہوگی نہ کہ باطل، اور قبضہ کے بعد مفید ملک ہوگی۔

۲- کتاب وسنت میں قبضہ کی حقیقت اور اس کی کوئی خاص صورت مقرر نہیں کی گئی ہے، گویا شریعت نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے عرف کو اصل قرار دیا ہے، لہذا ہر عہد کے مروجہ طریقوں اور اشیاء کی مختلف انواع کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت متعین ہوگی۔

۳- فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ اصل میں مبیع پر خریدار کے ایسے استیلاء کا نام ہے کہ مبیع پر اس کے تصرف میں کوئی مانع باقی نہ رہے، اسی کو فقہ کی کتابوں میں ''تخلیہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴- بیع قبل القبض کی ممانعت ''غرر انفساخ'' کی علت پر مبنی ہے، یعنی جب تک مبیع خریدار اول کے ہاتھ نہ آجائے اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ مبیع اس کے قبضہ میں آہی نہ پائے، اور وہ خریدار دوم کو مبیع کی حوالگی پر قادر نہ رہے۔

۵- بیع قبل القبض کی ممانعت کا تعلق اموال منقولہ سے ہے، اموال غیر منقولہ میں بیع قبل القبض جائز ہے، بشرطیکہ خریدار کے لئے انتفاع سے کوئی قوی مانع نہ پایا جاتا ہو۔

۶- اگر ایک شخص کسی بائع (فیکٹری وغیرہ) سے مال خرید کر کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے، اور ابھی خریدا ہوا مال فیکٹری نے روانہ بھی نہ کیا ہو، تو یہ صورت بیع قبل القبض میں داخل ہے اور جائز نہیں ہے۔

۷- اگر ایک شخص کسی فیکٹری وغیرہ سے سامان خرید کر اس کو کسی خاص ذریعہ (جہاز، ٹرانسپورٹ، پرمٹ وغیرہ) سے سامان کی ترسیل کا آرڈر دے اور مطلوبہ سامان فیکٹری سے روانہ بھی کردیا جائے اور نقصان کی صورت میں خریدار اس کا ضامن ہوتا ہو، نیز ترسیل کی اجرت خریدار کے ذمہ ہے، تو جس ذریعہ سے مال روانہ کیا جائے اس کا قبضہ خریدار کی طرف سے وکالتاً قبضہ متصور ہوگا، لہذا اس صورت میں مال پہونچنے سے پہلے خریدار کو فروخت کرنا جائز ہے، اور یہ بیع قبل القبض میں داخل نہیں؛ البتہ جس شخص نے اس خریدار سے مال خریدا ہے اس خریدار دوم کے لئے مال پہنچنے سے پہلے دوبارہ بیع جائز نہیں، اور اگر بیع کرے تو یہ بیع قبل القبض کے زمرہ میں داخل ہوگی۔

۴- مشینی ذبیحہ کا شرعی حکم:

مشینی ذبیحہ کے مسئلہ پر اسلامک فقہ اکیڈمی کے ساتویں سمینار منعقدہ بھروچ میں بحث کی گئی تھی اور اس کی بعض صورتوں کے جواز اور بعض صورتوں کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہوگیا تھا۔ ایک صورت کی بابت علماء ومفتیان کرام کی رائیں مختلف تھیں، اور سمینار کا احساس تھا کہ اس مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جائے اور مجوزین ومانعین کے دلائل کا خلاصہ دوبارہ مندوبین کی خدمت میں بھیجا جائے؛ تاکہ وہ پھر غور کرکے مسئلہ پر رائے دے سکیں۔ چنانچہ اکیڈمی نے دوبارہ اسی سلسلہ میں مفصل سوالنامہ بھیجا اور اس پر جو جوابات آئے ان کی روشنی میں درج ذیل امور طے پائے:

۱- اگر جانور بجلی کے ذریعہ چلنے والی زنجیر یا پٹہ سے لٹک کر بے ہوشی کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد ذابح کے سامنے پہنچتا ہے اور ذابح بسم اللہ کہہ کر اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کردیتا ہے، اور جانور کے ذبح کے وقت اس کے زندہ ہونے کا یقین ہے، تو یہ صورت بالاتفاق جائز ہے؛ اس لئے کہ اس میں صرف جانور کا نقل وحمل مشین کے ذریعہ ہورہا ہے، باقی فعل ذبح ہاتھ سے انجام دیا جاتا ہے۔ اکیڈمی مسلمان ارباب مسالخ سے خواہش کرتی ہے کہ وہ اسی طریقہ کو رواج دیں، اور اگر ضرورت محسوس ہو تو ذبح کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے کئی ذابح کا تقرر کیا جائے۔

۲- مشینی ذبیحہ کی ایسی صورت جس میں جانور کے نقل وحمل اور ذبح دونوں کام مشین سے انجام پائیں، اس طرح کہ بٹن دبانے کے ساتھ مشین حرکت میں آجائے اور اس مشین پر باری باری جانور آتا جائے۔ اس صورت کی بابت تین رائیں ہیں:

الف- پہلا جانور حلال ہوگا۔ اس کے بعد جو جانور ذبح ہوتے جائیں وہ جائز نہیں ہیں، یہ اکثر شرکاء سمینار کی رائے ہے۔

ب- پہلا جانور بھی حلال نہ ہوگا، یہ بعض حضرات کی رائے ہے جو درج ذیل ہیں:

مفتی شبیر احمد قاسمی، مرادآباد مولانا مجیب الغفار اسعد اعظمی، بنارس

مولانا بدر احمد مجیبی، پٹنہ مولانا ابوالحسن علی، گجرات

ج- پہلا جانور بھی حلال ہوگا، اور بعد میں جو جانور اس فعل ذبح کے منقطع ہونے سے پہلے پہلے ذبح ہوجائیں وہ بھی حلال ہیں۔ یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

مولانا رئیس الاحرار ندویؒ، مولانا صباح الدین ملک فلاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحیؒ، مولانا جلال الدین عمری، مولانا یعقوب اسماعیل، مولانا صدر الحسن ندوی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی نسیم احمد قاسمیؒ اور مولانا اعجاز احمد قاسمی۔

۳- جن حضرات کے نزدیک مشین کے ذریعہ ذبح کی صورت میں پہلا جانور حلال ہوجاتا ہے ان کے نزدیک اگر ایسی مشین ایجاد ہوجائے جس سے بڑی تعداد میں چھریاں متعلق ہوں، اور بٹن دباتے ہی بیک وقت چل کر ایک ایک جانور کو ایک ساتھ ذبح کردیتی ہوں تو یہ تمام جانور حلال ہوجاتے ہیں۔

۴- واضح رہے کہ مشینی ذبیحہ کے بارے میں یہ احکام مشین کی مخصوص ہیئت اور وضع کو سامنے رکھ کر طے کئے گئے ہیں، ہر طرح اور ہر وضع کی مشین پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا؛ بلکہ مشین کی مخصوص ہیئت اور طریقہ کار کی روشنی میں اس کا حکم مقرر کیا جاسکتا ہے۔

۵- اوقات سحر برائے راجستھان:

(یہ موضوع سمینار کے موضوعات میں شامل نہیں تھا، لیکن اوقات سحر کے تعلق سے یہاں کے حالات کی شدت کو دیکھتے ہوئے بروقت اس موضوع کو شامل کیا گیا اور بحث ومناقشہ کے بعد اس بابت تجاویز منظور کی گئیں۔ یہ موضوع چونکہ علاقائی تھا اس لئے اسے اکیڈمی کے فیصلوں والی کتاب میں شامل نہیں کیا گیا تھا، لیکن اب جبکہ فقہی سمینار (۱ تا ۲۵) کے فیصلوں کو مستقل طور پر الگ سے شائع کیا جارہا ہے، تو اب یہ مناسب سمجھا گیا کہ اسے بھی بطور ریکارڈ اس کتاب میں شامل کرکے اس کے فیصلوں کو محفوظ کردیا جائے)۔

رمضان کا مبارک مہینہ روزوں کا مہینہ ہے جس میں دن بھر اللہ کی رضا کے لئے بھوکا پیاسا رہا جاتا ہے۔ اور راتوں کو ذکر، تلاوت اور عبادت سے مزین کیا جاتا ہے۔ یہ مہینہ شہر صبر اور شہر مواساۃ ہے، اس مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ ہر مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ اکرام کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

راجستھان، اور خاص کر شہر جے پور میں ادھر چند برسوں سے انتہاء وقت سحر اور ابتداء وقت فجر کے مسئلہ پر علماء کا باہمی اختلاف رائے عامۃ الناس کے مابین بناء جنگ وجدال کا موجب بنا ہوا ہے۔ اور حرمات کا انتہاک اس پاک مہینہ میں کیا جاتا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی الہند کے نویں سمینار منعقدہ جامعہ ہدایت جے پور بتاریخ ۱۱-۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں اس مسئلہ پر غور کیا گیا۔ مجمع الفقہ کی طرف سے متعدد علماء نے اس گفتگو میں حصہ لیا۔ مقامی علماء کرام نے بھی بحث وگفتگو میں شرکت فرمائی۔ ساری بحث وگفتگو کے بعد مندرجۂ ذیل نکات سامنے آئے:

۱- مفتی احمد حسین صاحب دامت برکاتہم اور حضرات علماء ٹونک کی رائے اور ان کا عمل اُس نقشہ پر رہا ہے جو مفتی صاحب دامت برکاتہم نے تیار کیا ہے اور شائع کرایا ہے۔

۲- حضرت مفتی صاحب اور دیگر علماء مولانا محمد سعید صاحب ٹونک وغیرہ کی وضاحتوں سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ان حضرات نے اس نقشہ میں جو ''منتہائے وقت سحر'' تحریر فرمایا ہے وہ احتیاطی اور استحسانی ہے۔ بایں معنی کہ فقہاء نے ''وقتِ سحورِ مستحب'' سدس لیل اخیر کو قرار دیا ہے۔ اور باوجودے کہ تاخیر سحور مستحب ہے، مشکوک حصہ سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے؛ لہٰذا ان حضرات کا فرمانا ہے کہ اس نقشہ کے مطابق عمل کرنا اور اس نقشے میں دیئے ہوئے منتہاء وقت سحر سے پہلے پہلے سحری کھا کر فارغ ہوجانا مستحسن، بہتر اور مقتضائے احتیاط ہے۔

دوسری طرف سبھی علماء اس پر متفق ہیں کہ فجر کی نماز، طلوع صبح صادق سے پہلے نہیں پڑھنی چاہئے۔

اب نقشۂ مذکور کے مطابق وقتِ منتہائے سحر اور طلوع صبح صادق کے درمیان اگر کسی مہینہ اور موسم میں کوئی فاصلہ ہے تو اس میں نماز فجر ادا نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا اس پر سبھی لوگ متفق ہیں کہ:

(أ) غروب شمس سے طلوع صبح صادق تک شرعی لیل ہے جس میں کھانا پینا جائز ہے لیکن روزوں کی حفاظت کے لئے احتیاطاً حضرت مفتی احمد حسن صاحب کے نقشہ کے مطابق بیان کئے گئے منتہائے وقت سحر کے اندر اندر سحری کھالینا بہتر اور مستحسن ہے۔

(ب) صبح صادق کا جو وقت عام طور پر شائع شدہ نقشوں میں مذکور ہے وہ سب تقریباً یکساں ہیں۔ منٹ دو منٹ کا فرق کچھ معتد بہ نہیں۔ لہٰذا صبح صادق اور وقت فجر کے آغاز کے سلسلہ میں اُن نقشوں کا اعتبار کیا جانا چاہئے۔ اور اُن نقشوں کے مطابق صبح صادق شروع ہونے کے بعد اذان فجر دی جائے اور نماز فجر ادا کی جائے۔

✧✧✧